قاری سعید الرحمٰن *

مدارس کا نظام' افادیت اور برکات

برصغیر میں انگریز کی آمد اور تجارت کے نام پر مکارانہ اور جارحانہ قبضہ سے قبل مسلمانوں کا اپنا نظام تعلیم تھا۔ اس نظام سے مسلمانوں کی دینی و دینوی ضروریات پوری ہوتیں۔ انگریز نے اپنا نظام تعلیم مسلط کر کے مسلمانوں کو اپنے ماضی' تاریخ اقدار' اور دین و مذہب سے دور رکھنے کی منظّم کوشش کی' اور وہ ایک حد تک اس میں کامیاب رہا۔ مسلمانوں نے انگریز کی اس تعلیمی سفاکی اور جارحانہ اقدامات سے مجبور ہوکر' اور اپنے متاع دین کی حفاظت کے لئے دینی مدارس کا ایک نظام مرتب کیا۔ جو تقریباً ایک سو چالیس سال سے مسلسل کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے' جس کا آغاز دارالعلوم دیوبند پھر مظاہر علوم سہارنپور' شاہی مدرسہ مراد آباد' جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور ندوہ العلماء لکھنو سے ہوا۔ اور پاکستان بننے کے بعد اس کی شاخیں ہزاروں کی تعداد میں ملک بھر میں پھیلیں۔ انگریزی سکولوں میں وہی لارڈ میکالے کا نظام تعلیم جاری ہے۔ جو برطانیہ اور مغربی ممالک میں معمولی تبدیلیوں کے ساتھ چل رہا ہے۔ ان انگریزی اداروں میں ان سب اصولوں کو اپنانے کی کوشش کی جاتی ہے جو سامراجی طاقت انگریز نے بنائے تھے۔ یہاں تک کہ تعطیلات کا نظام' تفریح اور سال کے دوران موسمی چھٹیاں یہ سب سامراجی نقطہ نگاہ کے مطابق ہوتی ہیں' انگریز اگر کرسمس کی چھٹی کرتا ہے تو یہ ان کا مذہبی تہوار ہے۔ تو ہم بھی ان کی پیروی میں بڑا دن اور کرسمس کے نام پر چھٹی کرتے ہیں۔ جو کچھ پڑھایا جاتا ہے وہ تو ہے ہی ان کی نقل۔ باقی معاملات داخلہ' تعطیل اور نظام سب انگریز کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق ہم اس پر عمل پیرا ہیں۔ اب تو خیر سے لباس اور یونیفارم کے بارے میں بھی ہم نے طوق غلامی کے ہر اصول کو اپنایا ہوا ہے۔ ''ٹائی'' جو عیسائی لباس کا ایک مذہبی نشان تھا۔ مسلسل پہنتے پہنتے اب انگریز بھی اس بے فائدہ چیز سے عاجز آ چکے ہیں اور آہستہ آہستہ اس کو ترک کر رہے ہیں۔ لیکن ہم نے ایک نئے عزم کے ساتھ سرکاری سکولوں کے علاوہ پرائیویٹ سکولوں میں بھی چھوٹے چھوٹے اور معصوم بچوں سے لے کر بڑے بچوں تک کو ٹائی پہنانی شروع کر دی ہے۔ وہ دیہاتی علاقے جہاں ابھی مشرقی تہذیب اور اپنے مذہب وتمدن کے اثرات کسی نہ کسی حد تک باقی ہیں وہاں بھی سخت گرم موسم میں معصوم بچوں کے گلوں میں عیسائی تہذیب کی نشانی ''ٹائی'' نظر آ رہی ہے اور مشرقی لباس شلوار کی بجائے پینٹ پہنا

---

* جامعہ اسلامیہ' راولپنڈی صدر

دی گئی۔ سادہ لوح والدین سمجھتے ہونگے کہ انگریزی لباس پہنانے سے بچوں کی تعلیمی قابلیت دوبالا ہوجائے گی۔ ہماری یہ حرکات مرعوبیت کا نتیجہ ہیں۔ ہم اپنا سب کچھ چھوڑ کر غیروں کی غلامی میں فخر سمجھتے ہیں۔ کیا کسی مغربی ملک کے کسی سکول میں اپنے تہذیبی لباس کے علاوہ کسی مشرقی ملک کا لباس پہنایا جاتا ہے۔ وہاں تو مسلمان بچیوں کو سکولوں میں سکارف پہننے کی بھی اجازت نہیں۔ ترکی بیچارے مرعوب ملک کا حال تو معلوم ہے کہ قومی اسمبلی کی ایک ممبر خاتون کو سکارف پہننے کے ''جرم'' میں نہ صرف قومی اسمبلی کی ممبری بلکہ ترکی قومیت اور نیشنلٹی سے بھی ہاتھ دھونے پڑے۔ ہم بھی اسی راستہ پر گامزن ہیں' اور آہستہ آہستہ اپنی تہذیب و کلچر کی بساط لپیٹتے جارہے ہیں۔ صوبہ سرحد میں مجلس عمل کی حکومت نے سکولوں میں قومی لباس کی حوصلہ افزائی کی تو بڑے بڑے دانشوروں نے اس پر پھبتیاں کسیں اور اس اقدام کو رجعت پسندی قرار دیا۔ گویا ہمیں اپنی تہذیب اور اقدار سے کوئی سروکار نہیں۔ اس گئے گزرے دور میں اور اس قدر بین الاقوامی اور ملکی دباؤ کے باوجود دینی مدارس نے اپنے تہذیب و تمدن اور ملی تشخص کو برقرار رکھا ہے۔ اور یہی ان کے بقاء کے ضامن ہے۔ مدارس کا نظام الاوقات' تدریس و تعلیم کے ایام' تعطیلات اور رخصتیں سب کا تعلق اسلامی اور قمری مہینوں سے ہے' جس کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۹ میں ہے' ان ہی قمری مہینوں کے ساتھ اسلامی احکام حج' رمضان' عیدین' زکوٰۃ اور عدت وغیرہ کا تعلق ہے' اسی لئے مفسرین نے فرمایا ہے کہ چونکہ شرعی امور کا دارومدار قمری حساب پر ہے' اس لئے اس کا محفوظ رکھنا فرض کفایہ ہے' آج صورتحال یہ ہے کہ سکول کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو جنوری' فروری کے مہینے تو یاد ہوں گے لیکن اسلامی مہینوں میں ایک کا بھی نام معلوم نہ ہوگا۔ رمضان المبارک کا مہینہ برکتوں اور رحمتوں والا مہینہ ہے اس ماہ کی عبادات کا اثر اور برکات پورے سال پر حاوی ہوتی ہیں۔ رمضان کی برکات سے مالا مال ہونے کے بعد اس سے اگلے ماہ شوال میں دینی مدارس کے تعلیمی سال کا آغاز ہوتا ہے کہ رمضان کی برکتوں سے قلب و دماغ روشن ہوتے ہیں۔ اور ایک نئے روحانی جذبہ سے مدارس کے طلبہ علوم دینیہ کے حصول میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ مدارس میں کوئی ''ڈے'' وغیرہ نہیں منایا جاتا۔ بلکہ ان ''ڈیز'' میں مزید تعلیمی مشغولیتوں سے مصروفیت رکھی جاتی ہے۔ صرف عیدالاضحیٰ کے موقع پر چھٹی ہوتی ہے کہ شریعت نے اس کی طرف رہنمائی کی ہے۔ یہاں سرکاری سکولوں کی طرح چھ ماہ پڑھائی اور چھ ماہ چھٹی نہیں ہوتی۔ مسلسل نو دس ماہ پڑھائی ہوتی ہے۔ تعلیمی سال کا آخری مہینہ رجب کا ہوتا ہے۔ جو ان چار مہینوں میں سے ہے جن کو اشہر حرم (یعنی چار مقدس مہینے) کہا جاتا ہے مدارس میں ہفتہ وار چھٹی جمعہ کو ہوتی ہے' اس کا رواج حضرت عمرؓ کے زمانے سے ہے۔ منقول ہے کہ جب حضرت عمرؓ ملک شام کے سفر سے مہینوں کے بعد مدینہ سے واپس ہوئے تو اہل مدینہ اور ان کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ سب نے مدینہ کے باہر حضرت عمرؓ کے ساتھ رات بسر کی اور جمعہ کو شہر میں آئے۔ چونکہ سب تھکے ماندے تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے آرام کرنے کے لئے جمعہ کو رخصت دے دی۔ اس وقت سے اس تعطیل کا رواج ہوا۔ ایوب بن

حسن رافعی کا بیان ہے کہ ہم لوگ ہر جمعہ کو مدینہ کے مکتب کے لڑکوں کے ساتھ باہر نکلتے۔ اور احد کے قریب مصعب بن زبیر کے مدرسہ کے لڑکوں کو دیکھتے کہ عربی گھوڑوں پر شہسواری کرتے۔ ابن مجاہد مقری بچوں کو تعلیم دیتے تھے، انہوں نے ایک بھاری بھرکم آدمی کو دیکھ کر کہا" هو اثقل من يوم السبت على الصبيان "کہ بچوں پر سنیچر کا دن جس قدر بھاری اور گراں گزرتا ہے یہ شخص اس سے بھی زیادہ ثقیل ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن مکاتب و مدارس میں تعطیل ہوتی تھی اور بچوں کو سنیچر کے دن مکتب جانا گراں معلوم ہوتا تھا۔ گویا مدارس نے ان معاملات میں بھی اسلاف سے اپنا تعلق جوڑے رکھا ہوا ہے۔ مدارس کے تعلیمی سال کے آخر میں پورے ملک میں روح پرور تقاریب ہوتی ہیں۔ بڑے مدارس و جامعات میں ''ختم بخاری شریف'' کے عنوان سے محافل منعقد ہوتی ہیں۔ ان مجالس میں طلبہ و علماء کے ساتھ عام دیندار طبقہ بھی شریک ہوتا ہے۔ اس موقع پر بڑے بڑے محدث، علماء اور دانشور اپنے اپنے انداز میں عوام اور طلبہ کو قرآن و حدیث کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں۔ یہ محافل و مجالس بیک وقت خواص و عوام سب کیلئے یکساں مفید ہوتے ہیں۔ بخاری شریف کی آخری حدیث کے درس میں فرق باطلہ کی تردید، آخرت کی طرف رجوع، ذکر اللہ کی اہمیت، قرآنی مباحث، عدل اور ظلم کی تاریخ اور صحابہ کرامؓ کی دینی خدمات کے تذکرے تفصیل سے ہوتے ہیں۔ یہی حال مشکوۃ شریف کے آخری حدیث کے درس کا ہوتا ہے۔ اس موقع پر طلبہ کو آنے والے مستقبل کے چیلنجوں کے بارے میں بھی آگاہ کیا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے مکمل تیاری کی تلقین کی جاتی ہے۔ عوام کے لئے یہ تقریبات اس لئے بھی اہم ہیں کہ مدارس صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور عام دیندار مسلمانوں کے مالی تعاون سے چلتے ہیں۔ مسلمان اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ وہ جو مالی تعاون مدارس سے کر رہا ہے اس کے بہترین نتائج اس کے سامنے ہیں۔ دینی مدارس نے ان سب دلکش ترغیبات کو مسترد کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ مسلمانوں کے غیرت ایمانی سے یہ مدارس اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۷۳ میں ارشاد ہے

''صدقات کا اصل حق ان حاجتمندوں کو ہے جو اللہ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ ملک میں چل پھر نہیں سکتے۔ ناواقف ان کو مالدار سمجھتے ہیں۔ ان کے سوال سے بچنے کے سبب تم ان کو ان کے چہرہ سے پہچانتے ہو، وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے۔ اور جو مال خرچ کرو گے بیشک وہ اللہ کو معلوم ہے''

اس آیت کی تفسیر میں حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ اس آیت کے مصداق سب سے زیادہ وہ حضرات (طلباء) ہیں جو علوم دینیہ کی اشاعت میں مشغول ہیں۔ اس بناء پر سب سے اچھا مصرف طالب علم ٹھہرے اور ان پر جو بعض ناتجربہ کاروں کا یہ طعن ہے کہ ان سے کمایا نہیں جاتا اس کا جواب قرآن میں دے دیا گیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص ایسے دو کام نہیں کر سکتا جن میں سے ایک میں یا دونوں میں پوری مشغولیت کی ضرورت ہو۔ اور جس کو علم دین کا کچھ ذوق ہوگا وہ مشاہدہ سے سمجھ سکتا ہے کہ اس میں پوری (بقیہ صفحہ نمبر ۵۶ پر)